

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بمسترت جشن میلاد امام آخر الزماں، خلیفۃ الرحمن، خاتم ولایت مقیدہ محمدیہ امامنا سیدنا

حضرت سید محمد جوینیوری مہدی ء موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

قُلْ هٰذِهِ سَبِیْلِيْ اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ قَفَّ عَلٰی بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنْ اَتَّبَعَنِيْ طَوْ

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ (سورہ یوسف) 108

ترجمہ :- (اے محمد) یہ میرا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بصیرت پر میں بلاتا ہوں اور وہ (خلیفۃ اللہ المہدی)

بھی بلانے گا جو میرا تابع (تام) ہے۔ اور سبحان اللہ میں (اور وہ دونوں) مشرکین سے نہیں ہیں۔

## دعوئے مہدیت کی بنیادی دلیل اسلامیات کی روشنی میں

علامتہ العصر اسعد العلماء حضرت پیر و مرشد مولانا ابو سعید سید محمود صاحب قبلہ مدظلہ

(معتقد مجلس علمائے مہدویہ ہند)

پیش کردہ

محمد قادر خاں بی۔ بی۔ سی (سابق صدر مرکزی انجمن مہدویہ)

مطابق 11 مارچ 1982ء

مطبوعہ اعجاز پرنٹنگ پریس حیدرآباد (اے پی)

14 / جمادی الاولیٰ 1402ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُبَسِّمًا وَمُحَمَّدًا وَمُصَلِّيًا :-

واضح ہو کہ ایک کتاب بنام "دعوئے مہدیت" اسلامیات کی روشنی میں "زیر تدوین" ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس کی اشاعت ہوگی۔ فی الحال محب الفقراء جناب محمد قادر خاں صاحب سابق صدر مرکزی انجمن مہدویہ کی خواہش پر اس کتاب کا ایک مضمون تلخیصاً بغرض اشاعت دیا جا رہا ہے تاکہ امامنا حضرت سید محمد جونپوری مہدی ؑ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یوم میلاد مبارک 14/ جمادی الاولیٰ 1402ھ کے مبارک موقع پر حسب سابق مرکزی انجمن مہدویہ چنچل گوڑہ حیدرآباد کے عظیم الشان جلسوں میں ہندوستان کے متعدد مقامات سے شریک ہونے والے مہدوی بھائی اور متلاشیان حق و صداقت، احکام خدا اور رسولؐ سے مستفیض ہوں۔

اس کتاب کا ایک اور مضمون بعنوان "مہدی ؑ موعود اور مجدد کا فرق" جناب محمد مقصود علی صاحب سابق صدر مجلس تنظیم مہدویہ کی خواہش پر "نور ولایت" کے ساونیر کے لئے دیا گیا ہے۔

## دعوئے مہدیت کی بنیادی دلیل

حضرت امامنا مہدی ؑ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے :-

اگر کسے خواہد کہ صدق ما را معلوم کند ، باید کہ از کلام خدا و اتباع محمد رسول اللہ در احوال و اعمال و اقوال ما بجوید و فہم کند۔ کما قال اللہ تعالیٰ " قُلْ هٰذِهِ سَبِيْلِيْ اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ قف عَلَىٰ بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنْ اَتَّبَعْنِيْ ط وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ (سورۃ یوسف) 108

ترجمہ :- اگر کوئی ہمارے دعوئے مہدیت کی صداقت معلوم کرنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ کلام اللہ اور اتباع رسول

اللہ کے معیار پر ہمارے احوال ، اعمال اور اقوال میں جتجو کرے اور سمجھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہو ( اے محمدؐ ) یہ میرا راستہ ہے ، میں اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں اور وہ (مدئی) بھی بلائے گا جو میرا تابع (تام) ہے اور سبحان اللہ میں مشرکوں سے نہیں ہوں۔

اس آیت شریفہ میں "مَنْ" (جو شخص) عام نہیں ہے۔ اس لئے اس لفظ سے عام تابع رسول اللہ ﷺ مراد نہیں لی جاسکتی اور اگر لفظ "مَنْ" سے عام تابع رسول اللہ ﷺ مراد ہو سکتی ہے تو "خاص" تابع تام مراد ہونا بدرجہ اولیٰ لازم ہوگا۔

اس کے علاوہ قواعد نحویہ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ " اَنَا وَمَنْ اتَّبَعَنِي " میں "مَنْ" کا عطف " اَنَا " پر ہوا ہے۔ چونکہ اس آیت میں " اَنَا " خاص محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ ہے اس لئے معطوف بھی خاص ہونا چاہیے نہ کہ عام۔ اس لئے کہ معطوف اور معطوف علیہ دونوں کا ایک حکم ہے۔ اگر "مَنْ" سے ہر ایک تابع دین محمدی مراد لی جائے تو لازم ہوگا کہ ہر ایک داعی حضرت رسول اللہ ﷺ کی طرح معصوم ہو ، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ علم نحو میں اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ :- " عطف بالحروف تابع ينسب اليه ما نسبت الي متبوعه و كلاهما مقصود ان يتلك النسبة " یعنی معطوف حرف ایسا تابع ہے کہ اس کی طرف وہی نسبت کی جائے گی جو اس کے متبوع کی طرف نسبت کی گئی ہو ، اور وہ دونوں ایک ہی نسبت پر مقصود ہوں۔ نیز یہ بھی صراحت کی گئی ہے کہ معطوف ، معطوف علیہ کا ایک حکم ہے۔ یعنی معطوف علیہ جس سے موصوف ہوگا ، معطوف بھی اسی سے موصوف ہوگا۔ اور جو حال ، معطوف کا ہوگا وہی حال معطوف علیہ کا ہوگا۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ جب معطوف ، معطوف علیہ کا قائم مقام ہو سکتا ہو تو اس وقت عطف بھی صحیح ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

اب یہ سمجھنا آسان ہو جاتا ہے کہ امتِ محمد ﷺ میں کوئی ہستی مہدی ء موعود علیہ السلام کے سوائے منجانب اللہ، داعی الی اللہ اور معصوم عن الخطا نہیں ہو سکتی۔ اور حضرت رسول اللہ ﷺ نے صحابہ ء کرام رضی اللہ عنہم کو جس طرح دعوتِ بصیرت دی ہے ویسی دعوتِ بصیرت مہدی ء موعود علیہ السلام کے سوائے کوئی نہیں دے سکتا۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے مہدی ء موعود علیہ السلام کی شانِ مبارک میں ارشاد فرمایا ہے :-

" **أَلْمَهْدِيُّ مِنِّي يَقْفُوا أَثْرِي وَلَا يُخْطِئُ** " مہدی مجھ سے ( میری آل سے ) ہوگا، اور میرے نشانِ قدم پر چلے گا  
خطا نہیں کرے گا۔  
نیز ارشاد فرمایا :-

" **يَقُومُ بِالدِّينِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ كَمَا قَامَتْ بِهِ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ** " آخر زمانے میں مہدی دین کو اسی طرح قائم کرے گا جیسا کہ میں نے دین کو اسلام کے ابتدائی زمانہ میں قائم کیا ہے۔

سیرتِ خاتم الانبیاء ﷺ کے عمیق مطالعہ سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ آنحضرتؐ نے ابتدائے اسلام میں قرآن کی آیات کی روشنی میں دین کو کن اصول پر قائم فرمایا تھا۔ غرض مکی حیاتِ طیبہ میں یہ شانِ مبارک امتِ محمدؐ میں اشراطِ کبریٰ کے زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نزول سے پہلے مہدی ء موعود کے سوائے کسی فرد میں نہیں پائی جاسکتی۔ لہذا " **مَنْ اتَّبَعَنِي** " میں " **مَنْ** " سے مراد مہدی ء موعود علیہ السلام تابعِ تامِ حضرت محمد رسول اللہ علیہ السلام ہیں۔ متقدمین و متاخرین مفسرین کی تفاسیر پر اس مختصر مضمون میں روشنی ڈالنے کی گنجائش نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ بعض مفسرین نے " **مَنْ** " سے عام تابعِ مراد لی ہے اور بعض نے صحابہ ء کرامؓ مراد بیان کی ہے۔ بعض نے حضرت علیؑ کے فضائل بیان کرتے ہوئے حضرت علیؑ مراد لی ہے اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ خدا

نے بصیغہ واحد فرمایا ہے۔ اگر اور لوگ بھی مراد ہوتے تو "مَنْ اتَّبَعَنِي" (جو شخص میرا اتباع کرے) کی بجائے "وَالَّذِينَ اتَّبَعُونِي" (اور وہ لوگ جو میرا اتباع کریں) فرماتا۔ (کلام اللہ ترجمہ فرمان علی) عالم اہل و اکمل ممتاز

انافضل صفحہ 295

یہ تفسیر، پھر بھی غنیمت ہے کہ صیغہ واحد کو پیش نظر رکھا گیا ہے لیکن اس آیت کے معطوف، معطوف علیہ کے نکتہ پر نظر نہیں پڑ سکی۔ اس کے برخلاف بعض مفسرین کی نظر اس آیت کی اس خصوصیت کی طرف بھی گئی ہے چنانچہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے تفسیر القرآن میں آیت مذکورہ کے الفاظ "مَنْ اتَّبَعَنِي" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ :-

"مندی علیہ السلام، محمد علیہ السلام کے تابع تام ہوں گے" (تفسیر محی الدین ابن عربی)

نیز حضرت موصوف نے "فتوحات" میں اسی آیت شریفہ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ "فَالْمَهْدِيُّ مِمَّنْ اتَّبَعَهُ" مندی ان لوگوں میں ہیں جو رسول اللہ ﷺ کا اتباع کریں گے۔

اس کے بعد مندی و موعود کے اتباع کی خصوصیت یہ بیان کی ہے۔ "وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُخْطِئُ فِي دُعَائِهِ فَمُتَّبَعُهُ لَا يُخْطِئُ، فَإِنَّهُ يَقْفُوا أَثَرِي" رسول اللہ ﷺ دعوت میں خطا نہیں کرتے، اسی طرح آپ کا تابع (مندی) بھی خطا نہیں کرے گا کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نشان قدم کی پیروی کرے گا۔

تفسیر "تاویلات" میں مندی و موعود علیہ السلام کے اتباع کرنے کی ایسی خصوصیات بیان کی گئی ہیں کہ مندی و موعود کے سوائے کسی میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ "مَنْ اتَّبَعَنِي" کے "مَنْ" سے عام تابع

مراد لینا یا صحابہء کرامؓ یا حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ مراد لینا صحیح نہیں ہو سکتا، اور آیت کے الفاظ، سبیل، بصیرة اور " **مَنْ اتَّبَعَنِي** " تینوں کی محققانہ حیثیت سے تفسیر کی گئی ہے۔

"کہو! یہ میرا راستہ ہے، یعنی وہ راستہ، جس پر میں چلتا ہوں، وہ توحید ذاتی کا راستہ ہے جو میرا خاص راستہ ہے۔ اور جس پر میرے سوانے کوئی نہیں، جو ذاتِ احدیت کی طرف، جو تمام صفات سے موصوف ہے۔ عین جمع میں بصیرة پر میں دعوت کرتا ہوں، اور میرا وہ تابع بھی دعوت کرتا ہے جو، اس راستہ میں، میرا تابع ہے۔ (تفسیر تاویلات)

نیز شیخ اکبرؒ نے "فتوحات" کے باب 366 میں لکھا ہے :-

البتہ ممدی علیہ السلام اپنے اہل زمانے پر "حجت اللہ" میں اور یہ انبیاء علیہم السلام کا وہ درجہ ہے، جس میں ممدی علیہ السلام کو مشارکت واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو یہ کہنے کا حکم دیا ہے کہ "کہو! میں اللہ کی طرف بصیرة پر بلاتا ہوں اور میرا تابع بھی بلائے گا۔ پس ممدی علیہ السلام آپ کے تابع تام میں۔ رسول اللہ ﷺ سے اللہ کی طرف دعوت کرنے میں خطا نہیں ہوتی۔ اسی طرح آپ کے تابع سے بھی خطا نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ (ممدی) آپ کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ اس کے علاوہ حدیث میں ممدی کا یہی وصف وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "ممدی میرے نقش قدم پر چلیں گے اور خطا نہیں کریں گے۔ یہ معصومیت دعوتِ الی اللہ میں ہے۔

(مانوذاز کحل الجواہر جلد اول بجواب ہدیہ ممدویہ)

مذکورۃ الصدر چند حوالوں سے واضح ہے کہ محققین اہل سنت رحمۃ اللہ علیہم نے بھی بصیرت سے صرف دل کی بینائی ہی کے ظاہری معنی کو محدود نہیں کیا ہے اور " **مَنْ اتَّبَعَنِي** " کے " **مَنْ** " سے عام تابع مراد نہیں لی ہے۔ قواعد نحویہ، اور متقدمین اہل سنت کی کتابوں کے حوالوں سے " **مَنْ** " سے خاص "ممدی" مراد لینا ثابت ہو چکا ہے، اور

حضرت امامنا مہدیؑ موعود علیہ السلام نے دعوتِ مہدیت کے ثبوت میں اتباعِ کتابِ اللہ اور اتباعِ رسول اللہ ﷺ کو بنیادی دلیل جو قرار دیا اور اس کے ثبوت میں مذکورہ آیتِ قرآنِ مجید جو پیش فرمائی مبنی بر تحقیقت ہے۔

حضرت امامنا علیہ السلام، آغازِ دعوتِ مہدیت سے اپنے وصالِ مبارک کے آخری وقت تک بھی یہی آیت شریفہ پیش فرماتے رہے۔ چنانچہ فرہ مبارک، علاقہ خراسان میں آپ کے خلیفہ حضرت بندگی میاں سید خوند میر رضی اللہ عنہ کے زانو پر اپنا سر مبارک رکھے ہوئے یہی آیت شریفہ تلاوت فرما کر مختصر بیان فرمایا۔ اس کے چند ہی لمحات کے بعد آپ کا وصال مبارک ہو گیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ آپ کے دعوتِ مہدیت کی بنیادی دلیل، اتباعِ کتابِ اللہ اور اتباعِ رسول اللہ ہے اور یہی دلیل ابتدائے دعوتِ مہدیت سے وصالِ مبارک تک پیش فرماتے رہے۔

امامنا علیہ السلام کا بے خطا اتباع ہی آپ کے تابعِ تام حضرت رسول اللہ ﷺ ہونے کی بین دلیل ہے اور یہ امامنا علیہ السلام کا منجانب اللہ اعجازِ عظیم ہے۔ اس لئے اقوال، اعمال، اور احوال میں بے خطا اتباع کا دعویٰ اور اس کا ثبوت، اس وقت ممکن ہو سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معصوم عن الخطاء ہونے کا منصب بھی عطا کیا گیا ہو، اور کتابِ اللہ و رسول اللہ ﷺ کا اتباع منجانب اللہ وحی سے کیا جا رہا ہو۔

امامنا علیہ السلام کے خلیفہ بندگی میاں سید خوند میر رضی اللہ عنہ بھی آیت مذکورہ الصدر کے بیان میں، اتباعِ تام کی تصریح اس طرح بیان فرمائی ہے :-

كما قال سبحانه وتعالى في حق نبيه ﷺ قل هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني هو المهدى فاعلم ان المهدى يكون تابعا له في الدعوة الى الله و هو المأمور بالدعوة كما كان رسول الله ﷺ مأموراً۔ لان المهدى يكون كاملاً في اتباعه وان قيل ما المعنى كاملاً في اتباعه قلنا اي

يتبعه في احكام الشريعة بالوحى فى الدعوة الى الله فى احواله و افعاله و اقواله و غيره' لا يتبع الرسع الاباً  
ستماع الاخبار والمهدى يكون على بينة من ربه (بعض الآيات)

**ترجمہ :-** جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی شان میں فرمایا، کہو اے محمد! یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں، اور وہ شخص بھی بلائے گا جو میرا اتباع کرے گا اور وہی مہدی ہے۔ واضح ہو کہ مہدی ہی اللہ کی طرف بصیرت پر بلانے میں آنحضرتؐ کا تابع ہے اور وہ "مامور بالدعوة" ہے۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ مامور تھے۔ کیونکہ مہدی ہی آپ کے اتباع میں کامل ہوں گے اور کہا جائے کہ اتباع میں کامل ہونے کے کیا معنی ہیں تو ہم کہیں گے کہ مہدی "احکام شریعت" میں اور "دعوت الی اللہ" میں اور اپنے تمام احوال، افعال و اقوال میں آنحضرتؐ کا اتباع وحی سے کریں گے۔ اور اس کے سوائے دوسرا شخص رسولوں کا اتباع، صرف احادیث اور روایات سن کر (یا دیکھ کر) کرتا ہے اور مہدی اپنے رب کی طرف سے بینہ (حجت واضحہ) پر ہوتا ہے۔

اس سے یہ حقیقت منکشف ہو رہی ہے کہ علماء اور عوام کتاب اللہ کا اور احادیث رسول اللہ ﷺ کا اتباع دین کی کتابیں دیکھ کر یا علماء اور مرشدین کرام اور ضروریات دین جاننے والوں سے اپنی معلومات حاصل کر کے عمل کرتے ہیں۔ لیکن مہدی ء موعود علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ کتاب اللہ اور حضرت رسول اللہ کا اتباع اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی بناء پر کرتے ہیں۔ اس لئے خطا سرزد ہونے نہیں پاتی۔ یہ شان اتباع بھی، مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اعجاز عظیم ہے۔

چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا :-

**"اين جابم جبرئیل ہست اما دعوتے جبرئیل نیست"**

ترجمہ :- یہاں (مہدی ء موعود کے یہاں) بھی جبرئیل میں لیکن دعوتے جبرئیل نہیں ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ امامنا علیہ السلام نے دعوتے وحی متلو نہیں کیا ہے۔ یعنی قرآن کے سوائے کوئی اور

کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوئی ہے۔ البتہ جبرئیل کے ذریعہ سے یا راست اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ علم ہونا اور ہے اور دعوائے نبوت و رسالت اور وحی متلو ہونا اور ہے۔ اس لئے کہ وحی متلو، نزول کتاب اللہ سے مخصوص ہے۔ اس کے سوائے دوسرے معلومات بھی جبرئیل علیہ السلام سے ہو سکتے ہیں۔ یا بلا واسطہ، راست ذاتِ باری تعالیٰ سے بھی ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ :-

**علمت من اللہ بلا واسطہ جدید الیوم** یعنی مجھے روزانہ اللہ کی طرف سے بلا واسطہ تعلیم دی جاتی ہے۔

اس مسئلہ میں ایک اور توضیح کی ضرورت ہے یعنی یہ کہا جاسکتا ہے کہ مومن بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ میرا مذہب، کتاب اللہ اور اتباع رسول اللہ ﷺ ہے لیکن تصریحات مذکورہ الصدر سے واضح ہے کہ امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح کوئی دعوے سے نہیں کہہ سکتا۔ اس لئے کہ مہدی ؑ موعود علیہ السلام نے جس شانِ اعجازِ اتباع کو دعوے مدیت کی بنیادی دلیل قرار دیا ہے وہ آپ کا اعجازِ عظیم ہے۔ ایسا معجزہ ہر مومن کو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ کوئی "معصوم عن الخطا" نہیں ہے اور نہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقامِ ولی حاصل ہو سکتا ہے، اور خطا و نسیاں سرزد نہ ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

غرض امتِ رسول اللہ ﷺ میں مہدی ؑ موعود علیہ السلام اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے سوائے کوئی معصوم عن الخطا نہیں ہے۔

ایک دفعہ تحقیق دعوئے مدیت کے لئے آئے ہوئے جید علماء نے سوال کیا کہ آپ کس مذہب کے پابند ہیں۔ اس سوال کا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ امہ اربعہ سے کس امام کے پیرو ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ :-

**ما بہ بیچ مذہب مقید نہ ایم۔ مذہب ما کتاب اللہ و اتباع رسول اللہ است۔**

یعنے میں کسی مذہب کا مقید نہیں ہوں ، میرا مذہب کتاب اللہ اور اتباع رسول اللہ ہے۔

اس جواب سے آپ نے ان علماء پر واضح فرمایا کہ ائمہ اربعہ اور مجتہدین معصوم نہیں ہیں ، اس لئے ان ائمہ کا اتباع آپ نہیں کر سکتے۔ آپ اپنے ہادی ، ذات باری تعالیٰ کی راست ہدایت سے اتباع کتاب اللہ اور اتباع رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اور یہ خصوصیت آپ کی ذات مبارکہ کی حد تک تھی۔

چونکہ آپ کے سوائے کسی کو یہ مقام حاصل نہیں ہے۔ اس لئے آپ نے مدویوں کو ہدایت فرمائی کہ "بندہ کو اللہ تعالیٰ نے حامل اشغال ولایت محمدیہ بنا کر بھیجا ہے۔ اس لئے فقہی مسائل کے بارے میں ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم ابوحنیفہ ، امام شافعی ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کی پیروی کریں۔ اس لئے کہ ان ائمہ نے فقہی مسائل میں منہ شگافی کی ہے۔ اگر کسی مسئلہ پر ان اماموں میں اختلاف پایا جائے تو جس امام کا مسئلہ ، عالیت و عزیمت کے معیار کا حامل ہو وہ اختیار کریں۔ (ملتخصاً)

زیادہ سے زیادہ مطابقت بالقرآن ، زیادہ سے زیادہ مطابقت بالحدیث اور تقویٰ جس مسئلہ میں پایا جائے وہ عالیت و عزیمت ہے۔ اور جس امام کا مسئلہ ہ از روئے آیات و احادیث ، زیادہ قوی استدلال رکھتا ہو ، عزیمت و عالیت ہے۔ اس اصول کے اعتبار سے مدویہ میں زیادہ تر مسائل فقہ "حضرت امام اعظم ابوحنیفہ پر عمل جاری ہے۔ اور یہ امر بھی مدویوں کا مسلمہ ہے کہ " **الْحَقُّ دَائِرَةٌ بَيْنَ الْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ** " یعنی حق چاروں ائمہ میں دائر و سائر ہے۔ اسلئے مدوی مرشدین و علماء کا یہ طریقہ رہا ہے کہ اگر امامنا مہدی علیہ السلام سے کسی مسئلہ میں کوئی سند نہ مل سکے تو ائمہ اربعہ سے جس امام کا مسئلہ عالیت کا حامل ہو ، اس پر سے فتویٰ دیا کرتے ہیں۔ ان چاروں اماموں کے سوائے کسی دوسرے فقیہ سے جو دائرہ اہل سنت میں نہ ہو ، ائمہ اربعہ کے خلاف سند نہیں لی جاتی۔

مثلاً کسی مسئلہ میں چاروں امام متفق ہوں کہ یہ حرام ہے، تو اس مسئلہ میں حرام ہونے کا فتویٰ دیا جائے گا۔ اگر ان ائمہ کے سوائے کسی اور فقیہ نے جو دائرہ اہل سنت میں نہ ہو، اگر حلال قرار دیا ہو تو لائق توجہ و تعمیل نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی مہدوی عالم، ائمہ اربعہ کے بالاتفاق حرام قرار دینے کے باوجود کسی دوسرے فقیہ غیر اہل سنت کے جائز قرار دینے پر عمل کرے تو وہ حرام کو حلال قرار دینے کا مرتکب قرار پائے گا۔ اور بعض وقت فتویٰ نویسی میں لغزش اور فروگزاشت بھی ہو جاتی ہے۔ استدلال میں بھی غلطی ہو سکتی ہے تو اس کی صورت علیحدہ ہے اس لئے کہ کوئی مفتی معصوم عن الخطاء نہیں ہوتا۔

حضرت امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس رہنمائی سے چاروں اماموں میں بٹے ہوئے مسلمانوں کو اختلافات میں مبتلا رہنے اور ایک امام اہل سنت کی پیروی کر کے دوسری ائمہ اہل سنت کو چھوڑ دینے اور اس طرح سے چاروں فرقوں میں تقسیم ہونے سے بچانے میں مدد مل سکتی ہے۔ اس لئے کہ ایک امام اہل سنت کو مان کر باقی تینوں اماموں کے اتباع سے صریحاً انکار، ائمہ اہل سنت علیہم الرحمۃ کے انکار کو مستلزم ہے۔ جب کہ تسلیم ہے کہ چاروں اماموں میں حق موجود ہے۔

ان توضیحات سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام کا مقصد امت میں پھوٹ ڈالنا نہیں تھا۔ اس لئے جس دینی بنیاد پر، اتحاد ممکن ہو سکتا تھا اس کی رہنمائی فرمائی ہے۔ غرض یہ کہ مہدویوں کے لئے چاروں اماموں کو اہل سنت اور برحق ماننے ہوئے، ان اماموں کے اختلافی مسائل کی صورت میں عالیت کی بنیاد پر استفادہ کی رہنمائی فرمائی ہے۔ اس لئے مہدویوں نے حدیث کی کتابیں علیحدہ مدون نہیں کی ہیں۔ اور فقہ کی کتابیں خواہ عبادات پر مشتمل ہوں یا معاملات پر۔ علیحدہ مرتب نہیں کی ہیں، متقدمین میں اہل سنت ہی کے مدونہ ضابطوں،



یعنی کھو اے محمد! یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں اور وہ (مہدی) بھی بلائے گا جو میرا تابع (تام) ہے۔ اور سبحان اللہ میں مشرکین سے نہیں ہوں۔

بصیرت کے لغوی معنی بینائی دل کے ہیں۔ عقل، دانائی اور محبت کے بھی ہیں۔ (مصباح اللغات)  
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

"إِنِّي مَعَكُمْ إِنَّمَا كُنْتُمْ إِنْ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا" یعنی بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم جہاں بھی رہیں۔ بے شک اللہ تم جو کچھ کرتے ہو دیکھتا ہے۔

اس آیت شریفہ میں "بصیر" کا لفظ دیکھنے کے معنی میں آیا ہے۔ اس محل میں دل سے دیکھنے کے معنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے۔

صوفیائے محققین کے پاس فنائیت اور بینائی کے مقام میں "بصر" اور "بصیرت" میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ یہ بات قرآن سے بھی ثابت ہے۔

"مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى" (سورة النجم) 11 یعنی معراج میں آپ نے جس کو دیکھا (یعنی خدا کو دیکھا) آپ کا دل نہیں جھٹلایا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ دل کو یقین کامل تھا کہ یہی ذات کبریائی ہے۔  
نیز قرآن کی آیت ہے کہ :-

"مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى" یعنی آپ کی آنکھ جھپکی اور نہ حد سے بڑھی۔

اس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جلوہ حقیقی کا نظارہ دیکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بصیرت کے انتہائی درجات سے بصارت کا وہ انتہائی درجہ حاصل ہو جاتا ہے جس سے خدا کا دیدار چشم سر سے ممکن ہو جاتا ہے۔

آیاتِ مذکورۃ الصدر سے ظاہر ہے کہ معراج میں رسولِ خدا ﷺ کو خدا کا دیدار ہوا ہے۔ اگرچہ محدثین اور مفسرین اور محققین میں کچھ اختلاف ہے۔ لیکن معراج کے تعلق سے جتنی کثیر احادیث ہیں، ان میں متعدد احادیث سے آنحضرت ﷺ کو معراج میں دیدارِ خدا ہونا، ثابت ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے تفسیر القرآن بالحدیث کے اصول پر ان احادیث سے آیاتِ مذکورۃ الصدر کی تفسیر ہو جاتی ہے۔

یہ حدیثیں عبداللہ ابن عباس، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک، معاذ بن جبل، ابوذر، ابو عبیدہ بن الجراح، وغیرہ اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور ان کی روایت امام احمد بن حنبل، مسلم، ابو داؤد، حاکم، ترمذی، طبرانی، دیلمی، ذہبی، منادی الخطیب، وغیرہ محدثین نے کی ہے۔ اور کئی مشہور محدثین، ان حالات کے صحیح ہونے کے قائل ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت ابو داؤد، ابو ہریرہ، عبداللہ ابن حارث، انس بن مالک، جابر بن عبداللہ، معاذ بن جبل وغیرہ اس کے قائل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پروردگار کو دیکھا ہے۔ حضرت ابن عباس کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دل اور اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ چنانچہ مسلم، ترمذی، نسائی، حاکم، طبرانی وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو روایتیں کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

" **إِنَّهُ ﷺ رَأَى رَبَّهُ بِعَيْنِهِ وَ لَفَعَوَادِهِ** " یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں اور اپنے دل سے دیکھا ہے۔ (تتویر الابصار)

چنانچہ اقبال نے بھی کہا ہے :-

سید کل ، صاحبِ ام الكتاب \* \* \* بردگیا بر ضمیرش بے حجاب

گرچہ عین ذات را بے پردہ دید \*\* ربّ زدنی از زبان او پکاید

یعنی کل جہاں کے سردار اور ام الكتاب (قرآن کی عشق و محبت الہی کی تعلیم) کے مالک جن کے دل مبارک سے پردے بے حجاب ہو گئے تھے۔ اگرچہ کہ آپ نے عین ذاتِ خدا کو بے پردہ دیکھا اس کے باوجود آپ کی زبان مبارک سے یہی جاری تھا کہ "اے میرے رب! میرے لئے دیدار میں مزید اضافہ فرما"۔

حضرت جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

دید محمد نہ بچشم دیگر \*\* بلکہ ہمیں چشم سر و چشم سر

حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

إِنَّ اللَّهَ احتجب عن القلوب كما احتجب عن الابصار فان اوقع تجلياً فالبصر والفؤاد واحد (عراقل  
البیان) یعنی اللہ تعالیٰ جس طرح آنکھوں سے حجاب میں ہے، قلوب سے بھی حجاب میں ہے اگر اللہ تعالیٰ اپنی  
تجلی ڈالے تو پھر آنکھ اور دل دونوں ایک ہیں۔

لہذا یہ ثابت ہے کہ "مقام دیدار" و "فنائیت" و "بصیرت" اور "بصر" دونوں ایک ہو جاتے ہیں۔

"أَدْعُوا إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ" سے مراد میں بلاتا ہوں اللہ کی طرف، دیدارِ خدا کے لئے ہے، اور آپ کا تابع تام  
مندی و موعود بھی اسی کی دعوت دے گا۔ یہی "سبیلِ رسول" بھی ہے اور یہی "سبیلِ مندی و موعود" بھی ہے۔  
صلی اللہ علیہما وسلم۔

اور ایک تفسیرِ غور سے دیکھنے کی ضرورت ہے جو ذیل میں لکھی جا رہی ہے۔

قل بگوائے محمد ہذہ این دعوت بتوحید سبیلی راہ من است و بریں راہ ثابت ام۔ اَدْعُوا می خوانم  
خلق را الی اللہ فبخدائے علی بصیرة برینائی ہویدا و حجتے روشن انا، تاکید ضمیر مستتر  
است در اَدْعُوا و مَنِ اتَّبَعْنِي و می خواند بخدائے را ہر کہ پیروی کردہ است مرا (تفسی حسینی) -

یعنی "قُلْ" کو (اے محمد) "ہذہ" یہ توحید کی دعوت سبیل میرا راستہ ہے اور اس راستے پر میں ثابت قدم ہوں،  
"اَدْعُوا" مخلوق کو دعوت دیتا ہوں "اِلَى اللّٰهِ"، اللہ کی طرف "عَلَى بَصِيرَةٍ" واضح بینائی اور ایک روشن دلیل پر "اَنَا"  
ضمیر تاکید "اَدْعُوا" میں پوشیدہ ہے "وَمَنِ اتَّبَعْنِي" اور اللہ کی طرف بلاتا ہے۔ وہ کہ جس نے میری پیروی کی ہے۔

مقام توحید کی انتہا دیدار ہے۔ اسی لئے مذکورۃ الصدر تفسیر میں "بصیرة" سے مراد واضح بینائی بیان کی گئی ہے۔  
محققین نے یہ واضح کیا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام بعض صفات اور بعض اسمائے الہیہ کے مظہر ہیں۔ اور  
حضرت محمد ﷺ خاص اسم ذات باری تعالیٰ کے مظہر ہیں جو جمیع صفات کا جامع اور اسم اعظم ہے۔ یہ اعلیٰ مقام  
کسی نبی کو حاصل نہیں ہے اور حدیث شریف میں اسی کا بیان ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :-

" لِي مَعَ اللَّهِ وَقْتُ لَا لِيَسْعُنِي فِيهِ مَلِكٌ مَّقْرَبٌ وَلَا نَبِيٌّ مَّرْسَلٌ " یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مجھے ایسا

وقت حاصل ہے کہ جس میں میرے ساتھ نہ کوئی مقرب فرشتہ کی گنجائش ہے اور نہ کوئی نبی مرسل وہاں  
سما سکتا ہے۔ محقق روز جہاں نے اس اعلیٰ مقام حقیقتہ الحقیقتہ کو مقام "بصیرة" کہا ہے۔ (تنویر الابصار)

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ مقام توحید کا اعلیٰ مقام ہے، اور انتہائے تنزیہ عن الشک الخفی کا اعلیٰ ترین

مقام ہے۔ اس لئے "وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ" اور میں مشرکین سے نہیں ہوں کہا گیا ہے۔

غرض توحید کے ابتدائی مراحل سے لے کر انتہائی منازل تک اسی "صراط بصیرة" سے تعلق رہتا ہے۔ اسی لئے سورۃ  
فاتحہ میں دعا کی جاتی ہے :-

" اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ " یعنی اے اللہ ہم کو صراط مستقیم (سیدھا راستہ) کی ہدایت فرما۔

سورہ فاتحہ کی بہت فضیلتیں بیان ہوئی ہیں۔ سورہ فاتحہ کو اُمّ الکتاب بھی کہا گیا ہے۔ اُمّ الکتاب یعنی "اصل قرآن" سے مراد قرآن مجید کا وہ حصہ جس میں طلبِ بصیرت یعنی طلبِ دیدارِ خدا اور عشقِ محبتِ الہی کی تعلیم دی گئی ہے۔ اصل دین وہی ہے اور دینِ اسلام کی روح یہی تعلیم ہے۔ باقی سب لوازمِ دین ہیں جو مومن کو دینِ اسلام سے آراستہ کرنے والے ہیں۔

چنانچہ اقبال نے کہا ہے۔

علم ہے ابن الکتاب عشق ہے اُمّ الکتاب

اسی اُمّ الکتاب کی طرف اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگنے کی دُعا سورہ فاتحہ میں ہے۔ اسی لئے اس سورہ کی ایک فضیلت ام الکتاب بھی ہے۔

سورہ فاتحہ میں اللہ کی حمد، اللہ کی صفتِ رحمانیہ و صفتِ رحیمیہ کا اقرار اور قیامت کے دن کا مالک ہونے کا اعتقاد بیان کیا گیا ہے۔ اور رب ہی کی عبادت اور رب ہی سے استعانت (مدد حاصل کرنا) کا اقرار بھی کیا گیا ہے۔ جس میں توکل علی اللہ کی ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ شان بھی شامل ہے اور جس کا لازمہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ اللہ پر توکلِ تام رکھے۔ لوازمِ دُعا و درخواست کے بنیادی بیان و معروضہ کے بعد دُعا کی جاتی ہے کہ " **اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ** " اے اللہ! ہم کو صراطِ مستقیم کی ہدایت فرما (صراطِ مستقیم یعنی سیدھا راستہ)۔

پورے سورہ فاتحہ میں یہی ایک دُعا ہے اور بس۔ اور صراطِ مستقیم (یعنی سیدھا راستہ) کی بھی صراحت کر دی گئی

ہے۔ ' **صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ** ' ○

یعنی راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام کیا۔ ان لوگوں کا راستہ نہیں جو تیرے مغضوب (معتوب) اور گمراہ

میں۔ اس کی تفسیر میں متعدد مطالب مفسرین نے بیان کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے انعام کی انتہا اس کا دیدار ہوتی ہے۔ شرکِ خفی سے بچنے کی انتہائی منزل تک رسائی کی توفیق و استعداد اپنے "فضل و کرم اور "انعامِ عظیم" سے عطا فرماتا ہے۔

ڈاکٹر ولی الدین پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی نے جن کو تصوف اور صوفیہ سے دلچسپی تھی اور مشہور و معروف سلسلہٴ مشائخ سے منسلک بھی تھے انہوں نے اپنی تالیف "قرآن و تصوف" میں سورہٴ فاتحہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

"صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" سے مراد اولیاء کا راستہ ہے۔ "یہاں اولیاء سے موصوف کی کیا مراد ہے؟" اس کی تصریح نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے کہ وہ تو اس اعتقاد کے قائل تھے کہ اس دنیا میں قربِ الہی ہو سکتا ہے، لیکن دیدار نہیں ہو سکتا۔ ملاحظہ ہو "قرآن و تصوف"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس بھی "صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" کی کوئی متعین تفسیر بالذلیل القطعی نہیں پائی جاتی۔

البتہ ہمارے مذہبی نقطہ نظر سے "صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" (یعنی ان لوگوں کا راستہ، جن پر تو نے انعام کیا) کی تفسیر اولیاء کا راستہ "ان معنوں میں صحیح ہے کہ جو ولی ہوتا ہے وہ صاحبِ دیدارِ خدا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ "ولایت" مقامِ دیدار ہی ہے۔ جب تک مشکوٰۃ ولایتِ محمدیہ سے دیدار کا شرف حاصل نہ ہو، فی الحقیقت ولی نہیں ہو سکتا۔ ہمارے اس مذہب کی تائید، اماننا حضرت سیدنا سید محمد مہدیؑ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل کے اولیاء کاملین کے منسلک سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم نے سابق میں بعض اولیاء اللہ کے اقوال پیش بھی کئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ "بصیرۃ" سے مراد بینائی یا دیدار ہے۔

اس کے علاوہ "محققین متقدمین اسلام" کا یہ مسلمہ امر ہے کہ کوئی نبی اس وقت تک نبی نہیں ہو سکتا جب تک کہ

مشکوٰۃ ولایتِ محمدیہ کے فیضان سے (جو کہ ازلی ہے) "ولایت" کے مقام پر فائز نہ ہو جائے۔ یعنی بصیرت (دیدارِ خدا) سے بہرور نہ ہو جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے قرآن مجید میں "لَنْ تَرَانِي" والی جو آیت کریمہ آئی ہے اس پر سے بالعموم یہ خیال کیا جاتا ہے کہ خدا کا دیدار جائز و ممکن نہیں ہے۔ حالانکہ اسی آیت کریمہ کے سیاق و سباق اور "لَنْ تَرَانِي" کے الفاظ کی تحقیقی مراد (جو مقصودِ الہی ہے) سے محققین اسلام نے یہ ثابت کیا ہے کہ خدا کا دیدار جائز و ممکن ہے۔ اور یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا کا دیدار ہوا، جس کے نتیجے میں آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ چنانچہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے الفاظ "فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ" (سورۃ الاعراف) 143 (یعنی پس جب اس کے رب نے تجلی کی) اور اس کے بعد آگے چل کر "وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا" (سورۃ الاعراف) 143 (یعنی موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے) بھی اس حقیقت کے شاہد ہیں۔ اس کی تفصیل و توضیح انشاء اللہ تعالیٰ "طلب دیدارِ خدا" کے عنوان کے تحت بیان کی جائے گی۔

لہذا انبیاء علیہا السلام کا راستہ بھی کیونکہ ازلی فیضانِ ولایتِ محمدیہ کا راستہ ہے اس لئے "صراطِ بصیرۃ" یعنی بینائی و دیدارِ الہی کا راستہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بھی فی الحقیقت اولاً و باطناً اولیاء ہی ہیں، یعنی صاحبین بصیرۃ (حاملین دیدارِ خدا) ہیں۔

لہذا "صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" سے مراد "اولیاء کا راستہ" ان معنوں میں محققانہ نقطہ نظر سے بالکل صحیح ہے کہ یہ بصیرۃ (یعنی دیدارِ خدا) کا راستہ ہے۔

اس لحاظ سے "صِرَاطُ الْمُسْتَقِيمِ" کی تفسیر، تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول پر اس طرح ہوتی ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ کھلوا رہا ہے کہ :-

"قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ قَفَّ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ" کھو اے محمد! یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ تعالیٰ کی طرف بصیرت بینی (دیدار) پر دعوت دیتا ہوں۔

جب کہ خود اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ کی زبانی کھلوا رہا ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا راستہ ہے تو اس سے بڑھ کر اور کونسا راستہ ہو سکتا ہے جس پر صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) کا اطلاق ہو سکے۔

لہذا آسانی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ "صِرَاطُ الْمُسْتَقِيمِ" سے مراد رسول اللہ ﷺ کا "سبیل بصیرت" ہے۔ اور یہی "صراطِ مستقیم" ہے۔ جس پر چل کر "اولیاء" بن سکتے ہیں۔ یعنی صاحب دیدار خدا بن سکتے ہیں۔

اسی راستہ کے نصیب ہونے کی دُعا سورۃ فاتحہ میں ہے اور یہی اہم بنیادی دُعا ہے۔ اس لئے سورۃ فاتحہ کو ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تو فرض نماز میں مقتدی کو بھی خاموش (سری طور پر) سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری قرار دیا ہے۔ اور اس کی بناء اُن کے پاس یہ حدیث شریف ہے۔

"لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ" یعنی سورۃ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔

حاصل کلام یہ کہ یہاں تفسیر القرآن بالقرآن کے اصول پر جو تفسیر ہو رہی ہے، اس سے بہتر اور کوئی تفسیر نہیں ہو سکتی کیونکہ کہ جس راستے کو حضرت رسول اللہ ﷺ میرا راستہ، خدا کے حکم سے فرما رہے ہوں، اس راستے سے بہتر اور کوئی راستہ نہیں ہو سکتا۔

اس لئے اماننا سیدنا حضرت سید محمد مہدی ء موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اسی آیتہ کریمہ " قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي " الخ کی بشارت " وَمَنْ اتَّبَعَنِي " (یعنی جس نے میرا اتباع تام کیا وہ بھی اسی راستہ کی طرف دعوت دے گا) کے مطابق تابع تام رسول اللہ ﷺ کے اعلیٰ مقام سے بحکم خدا، اسی سبیل بصیرۃ (دیدارِ خدا) کی دعوت دی۔ جس کے طفیل، بے شمار لوگوں نے آپ کے فیضان سے بفضلِ خدا دارِ دنیا میں " دیدارِ خدا کا شرف حاصل کیا۔ اور خدا کے فضل سے آج بھی زمانہ خالی نہیں ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ یہ فیض آپ کی بشارت مبارکہ "مہدی ومہدویاں تا قیام قیامت باشند" (یعنی مہدی اور مہدویاں قیامت تک باقی رہیں گے) کے مطابق قیامت تک جاری رہے گا۔ " وَهُوَ الْبَاقِي وَالْقَدِيرُ - وَعَلَى " فَضْلِهِ تَجْدِيرُ - وَبَعْدَهُ وَبِقَوْمِهِ لِنَصِيرِ " یہ بھی آپ کا معجزہ اور منجانب اللہ، مہدی ء موعود برحق ہونے کی بنیادی دلیل ہے۔ " ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ "

یعنی یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑا فضل والا ہے۔

لہذا ہر نماز میں سورہ فاتحہ پڑھتے وقت دل میں یہی التجاء کرنی چاہئے کہ ہم کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اس راستے کی ہدایت فرما جو کہ " سبیل بصیرۃ " یعنی دیدارِ خدا کا راستہ ہے۔ آمین یا رب العالمین۔

دیدارِ خدا ممکن ہونے اور طلب دیدارِ خدا فرض ہونے کا تفصیلی بیان انشاء اللہ تعالیٰ " طلب دیدارِ خدا " کے عنوان کے ذیل میں آئے گا۔

آخر میں ہم اپنے لئے اور اپنی قوم و طالبانِ راہِ بصیرت کے لئے دُعا گوئیں کہ :-

" اللهم أتينا تصديق محمدین كما هو تصديقهما۔ محمد الرسول الله و محمد المهدی الموعود، مراد الله، فضل الله عليهما و على آلهما واصحابهما اجمعين الراشدين الصالحين و آخرو دعوانا ان الحمد لله رب العالمين۔